QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

قرآنِ کریم کے مناہج تدریس اور جدید طریقِ تدریس میں اُن کے مظاہر کا تنقیدی مطالعہ

A Critical Study of the Teaching Methodologies of the Holy Qur'an & Their Manifestations in Modern Pedagogical Approaches

Muḥammad Qayyūm Khān
Ph.D. Scholar, Dept. of Islamic and Arabic Studies, Gomal University, Dera Ismā'īl Khān, Pakistan. Email: mqayyumkhan31@gmail.com
Dr. Manẓoor Aḥmad
Assistant Professor, Dept. of Islamic and Arabic Studies, Gomal University, Dera Ismā'īl Khān, Pakistan. Email: drmanzoor67@yahoo.com

The Qur'an serves as a comprehensive code of life, providing complete guidance for humanity in every sphere, including education. It emphasizes the acquisition of knowledge and intellectual development as the foundation of human progress. The first revelation itself begins with the command to "read," symbolizing the centrality of learning in Islam. Throughout the Qur'an, prophets are presented as teachers of mankind, from Adam to Muhammad (peace be upon him), each fulfilling the divine responsibility of guiding people through knowledge and moral instruction.

This research article explores the educational philosophy and teaching methodologies reflected in the Qur'an and examines their relevance to modern pedagogical practices. The study identifies several key methods used in Qur'anic instruction such as dialogue, questioning, storytelling, reasoning, and experiential learning and analyzes how these techniques align with contemporary theories of active and reflective learning. Findings suggest that the Qur'anic model of teaching not only promotes intellectual growth but also emphasizes moral and spiritual development, creating a holistic educational framework. The research concludes that the Qur'an offers timeless pedagogical principles that can serve as a guiding source for teachers, scholars, and curriculum designers in modern education systems.

Keywords: Qur'anic Pedagogy, Teaching Methods in the Qur'an, Islamic Education, Modern Pedagogy, Knowledge in Islam

تعارف

قرآنِ کریم پوری انسانیت کیلئے مکمل ہدایت ہے اورانسانی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ دوسری ہر کتاب زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں کامل ہدایات دینے سے قاصر ہے۔ قرآنِ کریم وہ عظیم کلامِ الٰہی ہے کہ جس میں تہذیبِ نفس، تزکیہ قلوب، مکارمِ اخلاق، تمدن و معاشرت، حکومت و سیاست، علم و معرفت اور تعلیم و تدریس کے وہ تمام اصول و قوانین موجود ہیں جن سے ہر دور میں ہر شعبہ زندگی سے متعلق ہدایت ورہنمائی حاصل ہوتی رہی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ جس کے متعلق قرآنِ مجید نے رہنمائی نہ کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس جامع اور کامل ترین دستورِ ہدایت اور آئینِ فلاح وسعادت کو تمام پچھلی آسمانی کتابوں اور علوم و معارف کا خلاصہ، لبِ لباب اور گنجِ گراں مایہ بنایا۔

شعبہ تعلم و تدریس کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن کریم نے اس شعبے میں حد سے بڑھ کر رہنمائی کی اور حضرت محمد ﷺ نے ان قرآنی مناہجِ تدریس کا وہ عملی نمونہ پیش کیا جس نے دوسرے شعبہ ہائے حیات کی طرح تعلیم و تدریس کے میدان میں بھی انسانیت کی مکمل رہنمائی فرمائی۔ آپ ﷺ انسانیت کے معلمِ اعظم تھے اور آپ ﷺ نے قرآنی مناہجِ تدریس کے وہ مظاہر پیش کیے جن کی جھلک عصری تعلیم کے قدیم و جدید مناہجِ تدریس میں اظہر من الشمس ہے۔ آپ ﷺ نے قرآنی اسالیبِ تعلیم و تدریس اور اصول و قوانین کا عملی نمونہ انسانیت کے معلمین کے سامنے رکھا۔ قرآنی مناہجِ تدریس اور جدید تدریس میں انکے مظاہر کا جائزہ لینے سے پہلے تدریس اور منہجِ تدریس کے معانی اور مفاہیم کو سمجھنا ضروری ہے۔

تدریس اور منہجِ تدریس کا معنی و مفہوم

منہج یا طرقِ تدریس ہر دور اور ہر مضمون کے معلم کی بنیادی ضرورت ہے اس کے بغیر درس و تدریس کا عمل ناممکن ہے۔ اس لئے منہجِ تدریس کے تصور اور اس کے استعمال سے آگاہی ہر معلم و مدرس کی بنیادی ضرورت ہے۔ ایک مسلمان معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآنِ کریم سے اس ضمن میں بھرپور استفادہ کرے تاکہ اس کا عملِ تدریس الہامی ہدایات کی روشنی میں انجام پائے۔ عالمِ انسانیت کے دوسرے شعبہ ہائے تعلیم کی طرح تعلیم و تعلم کے میدان میں بھی قرآنی ہدایات کی اہمیت اظہر من الشمس ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کے مناہجِ تدریس سے آگاہی اور قرآنِ کریم کی تدریسی اہمیت کا ادراک ہر انسان کے لئے بالعموم اور مسلمان معلم کے لئے بالخصوص بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے اس تحقیقی مضمون میں منہجِ تدریس کے تصور کو سمجھنا اور اس ضمن میں قرآنِ کریم کی تعلیمات سے آشنائی نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

"لفظ تدریس عربی زبان کے لفظ دَرَسَ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معانی سبق، تعلیم، پڑھنا، سیکھنا، تعلیم دینا، درس دینا، پند و نصیحت، وعظ اور لیکچر کے ہیں۔"[1]

"تدریس اسم موئنث، معانی درس دینا، تعلیم یا پڑھائی کے ہیں۔"[2]

"تدریس کے معانی پڑھانا، سکھانا اور تعلیم و تعلم کے ہیں۔"[3]

"تدریس ایسے تعلیمی عمل کا نام ہے جس میں مختلف طریقوں کی مدد سے طلبہ کو سیکھنے کی جانب راغب کیا جاتا ہے۔ استاد سب سے پہلے مختلف اشیاء کے بارے میں طلبہ کے نقطہ نظر سے آغاز کرتا ہے یعنی وہ سب سے پہلے اس چیز کا جائزہ لیتا ہے کہ طلباء کسی موضوع کے بارے میں کیا جانتے اور سوچتے ہیں۔ پھر تدریس کے ذریعے مثبت انداز میں طلباء کی سوچ، عمل اور احساسات پر اثر انداز ہوا جاتا ہے۔"[4]

اس سے معلوم ہوا کہ مؤثر استاد وہ ہے جو طلبہ کے موجودہ علم اور سوچ کو سمجھ کر انہیں سیکھنے کی مثبت سمت میں رہنمائی دیتا ہے۔

ڈکشنری آف ایجوکیشن کے مطابق:

تدریس ایک منظم اور با مقصد عمل ہے جو محض علم کی ترسیل تک محدود نہیں بلکہ سیکھنے کے پورے عمل کو منظم کرتا ہے۔ اسی حوالے سے ذیل میں تدریس کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے:

> "تدریس سے مراد کسی تعلیمی ادارے میں پڑھانے کے فرائض سر انجام دینا ہے۔ اس کا مطلب ایک مدرس کا تعلیم و تعلم کے ماحول کا انتظام کرنا ہے۔ تعلیم و تعلم کے ماحول سے مراد ہے استاد اور طالب علم کے درمیان براہ راست تعامل، قبل از تدریس سبق کی منصوبہ بندی، تیاری اور مواد جمع کرنا اور بعد از تدریس کی سرگرمیاں جیسے جائزہ سبق کی صورت حال پر دوبارہ غور اور ابلاغ شامل ہیں۔"[5]

> "انسائیکلوپیڈیا آف ایجوکیشن ریسرچ کے مطابق تدریس ایک وسیع اصطلاح ہے۔ جس میں کمرہء جماعت اور سکول میں وقوع پذیر ہونے والی ساری سرگرمیاں شامل ہیں۔ اس میں بہت سی ایسی سرگرمیاں بھی شامل ہیں جو گھر پر سر انجام دی جاتی ہیں۔ در اصل تدریس کا مطلب کسی دوسرے فرد کو سیکھنے میں مدد دینا ہے اس عمل میں معلومات مہیا کرنا، تعلیمی عمل کے لئے موزوں اور مناسب ماحول تیار کرنا اور ایسی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی شامل ہے جو سیکھنے کے عمل میں ممد و معاون ہوں۔"[6]

> "انگریزی زبان میں لفظ پیڈاگوجی کو عام طور پر تدریس کے معانی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، جو سکھانے کا طریقہ کار اور عمل ہے، اور عملِ تدریس یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ عمل متعلم کی معاشرتی، روحانی، سماجی، سیاسی اور نفسیاتی نشوونما پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے۔ علم الاطفال، ایک تعلیمی نظم وضبط کے طور پر لیا جاتا ہے۔ یہ اس بات کا مطالعہ ہے کہ علم اور ہنر کو تعلیمی تناظر میں کیسے دیا جاتا ہے اور تدریس کے لئے کون سے طریقہ ہائے کار کو اختیار کیا جاتا ہے۔ تدریس کے نظریہ اور

عمل میں بہت سا تنوع پایا جاتا ہے کیونکہ وہ مختلف سماجی، سیاسی اور ثقافتی سیاق وسباق کی عکاسی کرتے ہیں۔"[7]

مندرجہ بالا تعریف کی روشنی میں تدریس کے بارے میں پائے جانے والے نظریات میں تنوع پایا جاتا ہے جس کی وجہ معاشرتی، سیاسی اور سماجی اختلاف ہے۔ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی لکھتے ہیں:

"تدریس ایک فن بھی ہے اورایک سائنس بھی ہے۔جب معلم اپنے طرقِ تدریس کو عقل اور تجربہ کی بنیاد پر ترتیب دے اور تعلیمی مواد کو میکینیکل، حسابی، تجرباتی، استقرائی، استخراجی یا معروضی طریقے سے پیشکرے تو معلم کی تدریس ایک سائنس ہے اس طرح تدریس مشینی اور میکانکی ہونے کی وجہ سے معلومات پہنچانے کی حد تک تو فائدہ مند ہے مگر ایسا عملِ تدریس انسانی جذبات واحساسات سے عاری ہوتا ہے۔تدریس ایک فن بھی ہے۔جب معلم اپنی شفقت ومحبت کو اپنے عملِ تدریس میں شامل کرتا ہے اور متعلمین کے لطیف جذبات و احساسات اور طلباء کی جائز خواہشات اور دلچسپیوں کو مدِ نظر رکھ کر عملِ تعلم کو سر انجام دیتا ہے تو تدریس ایک فن بن جاتا ہے جسے اسلوبِ تدریس یا طرقِ تدریس کہا جاتا ہے۔جس کے لئے با قاعدہ منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔"[8]

تدریس سائنس اس لئے ہے کہ وہ متعلمین کو معلومات بہم پہنچاتی ہے اورانواع واقسام کے فنون سکھاتی ہے اور آرٹ اس لئے ہے کہ تدریس نہ صرف طلبہ کی ذہنی الجھنوں کو سلجھاتی ہے بلکہ انکے دلوں کو بھی منور کرتی ہے۔

"تدریس کے سائنسی پہلو کا تعلق انسانی دماغ سے ہے اور فنی پہلو کا تعلق انسانی قلب سے ہے۔اس لئے موثر تدریس کے لئے ضروری ہے کہ انسانی شخصیت کے ان دونوں پہلوؤں کو مدِ نظر رکھنا چاہئے۔جس طرح دل کو جسم میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اسی طرح تدریس میں احساسات و جذبات کو مرکزیت حاصل ہے۔اور عملِ تدریس کا احساسی پہلو ہی اسے زندہ بناتا ہے جبکہ معلومات تو کمپیوٹر کی طرح کی ایک مشین بھی متعلمین تک منتقل کر سکتی ہے۔"[9]

یہ تمام اقتباسات تدریس کے مختلف پہلوؤں کو نہایت جامع انداز میں بیان کرتے ہیں۔تدریس محض علم کی ترسیل نہیں بلکہ ایک تخلیقی، سائنسی اور فنی عمل ہے جو طلبہ کے ذہن ودل دونوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔یہ ایک ایسا منظم عمل ہے جس میں منصوبہ بندی، تعامل، احساسات اور تربیت سب شامل ہیں۔مؤثر تدریس وہ ہے جو علم کے ساتھ جذبات اور انسانی قدروں کو بھی پروان چڑھائے۔

منہج تدریس معانی و مفہوم

لفظ منہج کے حروفِ اصلی "ن ہ ج" ہیں۔ جس کا معنیٰ طور، طریقہ اور کسی چیز کی انجام دہی میں انداز کے ہیں۔اور لفظ منہج مفعل کے وزن پر ہے جو اسم، ظرف کا صیغہ ہے جس کا معنی امام اصمعی اس طرح بیان کرتے ہیں:

عن الاصمعی:النهج:الطريق الواضح البين،و انهج الثوب:اخلق۔[10]

"اصمعی سے روایت ہے کہ نہج کا معنیٰ واضح طور پر نظر آنے والے راستہ کے ہیں(یعنی ایسا راستہ جس پر چلنا ہر ایک کی سمجھ میں آتا ہو)اور اسی سے "انہج الثوب" ہے جس کا معنی کپڑے کو بنانے کے ہیں۔"

اس اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ لفظ منہج جس کا مادہ 'نہج' ہے اس کے معنی راستہ اور طریقہ کے ہیں۔

اسی طرح اس سے ایک دوسرا لفظ "منہاج" بھی اسی معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کو قرآن نے بھی استعمال کیا ہے اور اسے شریعت بھی کہا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں:

"لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا"[11]

"ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔"

جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ ابنِ عباس نے مندرجہ بالا آیتِ کریمہ میں منہاج کی تفسیر "سبیل اور سنۃ" سے کی ہے۔اور سبیل کے معنی راستہ اور سنت کے معنی بھی راستہ کے ہیں۔جیسا کہ اقتباس ہٰذا سے ظاہر ہوتا ہے۔

لكل نبی منكم بيّنا لهٗ شرعةً وّمنهاجاً۔[12]

"ہر نبی کے لئے ہم نے شریعت کو بیان کیا اور منہاج کے معنی فرائض اور سنن کے ہیں۔"

فرائض اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حدود و قیودات کا دوسرا نام ہے جبکہ سنن سنت کی جمع ہے جس کے معنیٰ طریقہ ہے۔

مولانا وحید الدین کیرانوی قاموس الجدید میں منہج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"منہج کے معانی طریقہ، اسلوب، سنت، طرز اور مذہب کے ہیں۔"[13]

عربی زبان میں منہج کے مترادف لفظ "سبیل" بھی بولا جاتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا۔[14]

"اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔"

منہج کی اصطلاحی تعریف: منہج کے معنی طریقہ اور راستہ کے ہیں۔ وہ طریقہ جو انسان کو معرفت و حقیقت سے روشناس کرادے۔ طاہر علی جواد لکھتے ہیں:

"المنهج ،ای طريقة يصل بها انسان الیٰ حقيقة او معرفة۔"[15]

"منہج اس طریقہ کار کا نام ہے جو انسان کو حقیقت و معرفت سے روشناس کرادیتا ہے۔"

اسے ایک نام معرفت کا بھی دیا گیا ہے۔ شیخ بدوی اسے یوں بیان کرتے ہیں:

"علم يعنی بالبحث فی ايسر الطرق،للموصول الیٰ معلومة مع توفير الجهد والوقت،وتقيد كذٰلک معنی ترتيب المادة المعرفية وتبويها وفق احكام مضبوطة۔"[16]

"منہج وہ آسان راستہ وطریقہ ہوتا ہے جو سہل ترین ہونے کے باعث چنا جاتا ہے تاکہ کوشش اور وقت کی بچت کی جاسکے، تاکہ مطلوبہ اہداف کی تحدید کرکے احکام کو مضبوط کردیا جائے۔"

شیخ بدوی کے نزدیک منہج کے معانی صرف راستے یا طریقے کے نہیں ہیں بلکہ آسان ترین راستے یا طریقے کے ہیں۔ کسی بھی منزل تک پہنچنے کے لئے مختلف راستے ہوسکتے ہیں لیکن منہج کے معانی ان راستوں میں سے آسان ترین راستہ ہوا کرتا ہے جس پر چل کر اپنے ہدف (منزل) تک آسانی سے پہنچا جاسکے۔ شیخ عبد الفتاح الخالدی نے اسے اس طرح بیان کیا ہے:

"اما المنهج والمنهاج فهو الطريق الواضح البيّن المستقيم ۔ويستعمل المنهج فی استعمالين:الاوّل استعمال مادی حسی ،حيث يطلق علی الطريق الواضحة المستقيمة،الثانی:استعمال معنوی نظری، حيث يطلق علی الخطة العلمية الموضوعية المحدودة المو سومة الدقيقه۔اللتی يتصرف عليها الباعث اوالدارس و يقف علی قواعدها ۔وسسها،ويلتزم بها۔۔۔والاستعمالانِ المادی و المعنوی لمصطلح(المنهج) متكاملان متو افقان،ليسا متناقضين وهما يقومان علی الوضوح والبيان۔"[17]

"منہج اور منہاج واضح، روشن اور سیدھا راستہ ہوتا ہے اور منہج لفظ کا استعمال دو طرح سے کیا جاتا ہے: پہلی قسم۔ اس کا ستعمال حسی اور مادی شے پر ہوتا ہے۔ یہاں پر اس کا اطلاق واضح اور سیدھے راستہ کے معنٰی میں ہوتا ہے۔ دوسرا استعمال معنوی اور نظری معنوں میں۔ یہاں اس کا اطلاق کسی دقیق موضوع محدود و موسوم کے بیان اور وضاحت کے لئے، جس کے لئے اس موضوع کے قواعد وضوابط کو بروئے کار لایا جائے۔ یہ دونوں استعمالات منہج کی اصطلاح میں مکمل اور موافق ہیں، ان کے درمیان تناقص نہیں پایا جاتا، منہج کا ان دو ضمن میں بطورِ اصطلاح ان کے وضاحت اور بیان کے لئے آتا ہے۔"

یہاں لغوی اور اصطلاحی تعریف واضح اور بیّن کے معانی میں مشترک ہو گئی ہے۔ یہی غایت راجح معلوم ہوتی ہے۔ پروفیسر خالق داد اپنی کتاب "تحقیق و تدوین کا طریقہ کار" میں لکھتے ہیں:

"منہج سے مراد معلومات کے استعمال کا وہ طریقہ ہے جو کسی فکر کی تشکیل اور حکم لگانے کے لئے دوسروں کی تقلید کے بغیر اختیا کیا گیا ہو۔ منہاج واضح اور صاف راستے کو کہتے ہیں، دورِ حاضر میں علمائے تحقیق، منہج کی اصطلاح اسی معنی کو بنیاد بنا کر استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا منہاج سے مراد ایسے واضح راستے لیتے ہیں جنہیں کسی مضمون کی تدریس کرنے والے اپنی تدریس کے دوران اپنا جادۃ المنزل بناتے ہیں۔"[18]

عصری نظامِ تعلیم میں مغرب نے جدید طریقہ تدریس اور جدید رجحانات کے نام سے جو تدریسی مناہج پیش کیے ہیں قرآن اور معلمِ قرآن نے چودہ سو سال پہلے پیش کیے۔ عصرِ حاضر میں اہلِ مغرب نے جہاں مسلمانوں کے علمی ورثہ پر قبضہ کر کے اس کو اپنا کارنامہ قرار دیا ہے وہاں تعلیم و تدریس کے میدان میں تعلیم و تدریس کے مناہج کی ایجاد کو اپنا کارنامہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ ان کا کارنامہ نہیں ان مناہجِ تدریس کا تصور قرآن نے آیاتِ بینات میں دیا ہے اور عملی نمونہ صاحبِ قرآن حضرت محمدِ مصطفی ﷺ نے پیش کیا ہے۔

قرآن کا تمثیلی منہجِ تدریس اور عصری تدریس میں اس کے مظاہر کا تنقیدی مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں کئی جدید مناہجِ تدریس متعارف کرائے۔ جن میں سے تمثیلی منہجِ تدریس بہت اہمیت کا حامل ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ان مناہجِ تدریس یا اسالیب بیان کے بارے فرماتے ہیں:

ٱنظُرۡ كَيۡفَ نُصَرِّفُ ٱلۡأٓيَٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَفۡقَهُونَ۔[19]

"دیکھو ہم کس طرح اسلوب بدل بدل کر بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ سمجھ جائیں۔"

قرآن در حقیقت اسلوبِ بیان اور جدید اور متنوع اندازِ تدریس کا ایسا شاہکار ہے جس نے دنیا کے مفکرین کو ورطہ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ قرآن کریم میں جو منہجِ تدریس بھی اختیار کیا گیا ہے وہ دل کے نہاں خانوں میں اتر جانے والا ہے۔

قرآن کریم اندازِ بیاں اور علم و ہدایت کا ایسا سمندر ہے جس میں جو بھی غوطہ زن ہوتا ہے اسی کا دامن رشد و ہدایت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قیامت تک کے انسانوں کو راہِ ہدایت کی دعوت آسان اور دلچسپ انداز میں دی ہے۔ قرآن کریم کی کسی بھی آیت کریمہ پر غور کیا جائے اس کا مخاطبین کو بات سمجھانے کا انداز پر کشش اور دلوں میں اتر جانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ گذشتہ اقوام کے حالات و واقعات اور ان کے عروج و زوال کی امثال کے ذریعے صراطِ مستقیم کو واضح فرماتے ہیں۔ بلاشبہ تمثیل دلوں پر اثر کرنے والی ادب کی ایک قسم ہے جس کے ذریعے کوئی بھی مشکل سے مشکل بات آسانی سے عام فہم انداز میں پیش کی جا سکتی ہے اور قرآن کریم میں اسی بنا پر جابجا تمثیلی منہج کو اختیار کیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں جو امثال بیان کی گئی ہیں وہ بات کی وضاحت کرنے، عبرت حاصل کرنے اور نصیحت کے لئے بیان ہوئی ہیں۔ایسی مثالوں سے انسان کا امتحان ہوتا ہے۔ غورو فکر کرنے والوں کے لئے یہ مثالیں ہدایت کا موجب ہیں اور بے پرواہوں کے لئے گمراہی کا سبب بنتی ہیں اور ایسی مثالوں سے صرف ایسے سرکش لوگ ہی گمراہ ہوتے ہیں جو فاسق یعنی اطاعت خداوندی سے نکل جانے والے ہیں اور جن لوگوں میں ذراسا بھی خوفِ خدا ہوتا ہے ان کے لئے یہ ہدایت کا ذریعہ بنتی ہیں۔

مجتہدین ومفسرینِ قرآن نے امثال القرآن کی تین اقسام بیان کی ہیں:

1۔واضح امثال۔ 2۔پوشیدہ امثال۔ 3۔روزمرہ کی امثال

1۔واضح امثال :ایسی مثالیں جو الفاظِ تمثیل یا الفاظ تشبیہ استعمال کر کے بیان کی گئی ہوں واضح تمثیلات کہلاتی ہیں۔ایسی تمثیلات قرآنِ کریم میں بکثرت استعمال کی گئی ہیں جیسا کہ حق وباطل کے بارے میں فرمایا گیا:

"أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ۔"[20]

"اسی نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آگیا۔اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لیے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔اس طرح خدا حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے۔اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔اس طرح خدا (صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو)۔"

اس آیتِ کریمہ میں واضح طور پر مثال کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اسی لئے ایسی امثال کو واضح امثال کہا جاتا ہے۔اس آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بارش کے مثال دی جس کا تجربہ ہر انسان عملی طور پر کرتا ہے۔

2۔پوشیدہ امثال :ایسی مثالیں جن میں الفاظِ تمثیل یا الفاظ تشبیہ واضح طور پر استعمال نہ کئے گئے ہوں لیکن وہ مختصر طور پر بہترین مفہوم کو واضح کرتی ہے اور جب انھیں ان کے مشابہ امور کی طرف منتقل کیا جاتا ہے تو وہ خوب اثر انداز ہوتی ہے۔جیسا کہ فضول خرچی سے بچنے والوں کی مثال اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا۔[21]

"اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔"

3-روزِ مرہ کی امثال یا ضرب الامثال: یہ ایسے جملے ہیں جن کو تشبیہ کے لفظ کے بغیر عمومی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی آیات امثال کے قائم مقام ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ۔[22]

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کو کھولنے والا کوئی نہیں۔"

اسی طرح احسان کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔[23]

"نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔"

یہ الفاظ عرب معاشرے میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارے ہاں ضرب المثل ہے۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ ایسی ضرب الامثال ہر زبان اور ہر سماج میں مستعمل ہیں جو حکمت و دانائی اور جامعیت کا مرکب ہوتی ہیں۔

اسی طرح سورہ الحج میں اللہ تعالیٰ نے یوں مثال بیان فرمائی:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ۔"[24]

"لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو۔ کہ جن لوگوں کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کے لئے سب مجتمع ہو جائیں۔ اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبود دونوں) گئے گزرے ہیں۔"

اس آیتِ کریمہ میں دو طرح کی امثال، واضح مثال اور روز مرہ کی مثال بیان کی گئی ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ عمل کرنے والوں کی مثال یوں بیان فرماتے ہیں:

لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ۔[25]

"ایسی ہی (نعمتوں) کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔"

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں جگہ جگہ امثال بیان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ امثال اپنے اندر بے پناہ علم و حکمت رکھتی ہیں، اسی لئے قرآن کریم میں جتنا زیادہ غور و فکر کیا جائے حکمت و دانائی کے اسی قدر موتی ہاتھ لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔"[26]

"یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں شاید وہ غور و فکر کریں۔"

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ۔"[27]

"یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں مگر انہیں اہل علم کے علاوہ کوئی نہیں سمجھتا۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو بھی امثال بیان کی ہیں وہ حکمت و دانائی کا منبع ہیں لیکن ان امثال میں پنہاں حکمت کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو ان میں غور و فکر کریں اور علم و عرفاں کی دولت سے بھی مالا مال ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں حضرت انسان کو غور و فکر کی دعوت دے رہے ہیں اور قرآن کریم میں جابجا غور و فکر کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

عصری طرقِ تدریس میں اس کے مظاہر کا تنقیدی مطالعہ

کامیاب تدریس کے لئے طلبہ کی تعلیم کے عمل میں دلچسپی بہت ضروری ہے۔ اور تمثیلی منہج تدریس کے ذریعے عملِ تدریس کو دلچسپ بنایا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر بچوں کے لئے۔ اگر بچوں کو پریوں کی کہانیوں یا جانوروں کے کرداروں پر مشتمل تمثیلات کے ذریعے پڑھایا جائے تو وہ پوری توجہ اور دلجمعی کے ساتھ اس کی طرف راغب ہو جاتے ہیں اور تمثیلات کی دلچسپی کے باعث علمی نکات بآسانی اور اچھی طرح ان کو سمجھ آجاتے ہیں اور بچے نہ صرف ان نکات کو سمجھ جاتے ہیں بلکہ ان پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں تمثیلی ادب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کی بیشتر زبانوں کے ادب میں تحقیق و تنقید اور تاریخ و سیر اور دیگر اصنافِ ادب سے کہیں زیادہ تمثیلی ادب کا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ ہمارا لوک ادب بھی تمثیلی ادب سے بھرا پڑا ہے۔ تمثیلی کرداروں پر مشتمل اس طرح کی کہانیوں کو سنتے ہوئے بچے ایک نئی دنیا میں پہنچ جاتے ہیں اور ان کو تجسس، حیرت اور استعجاب کے ساتھ ساتھ ایک طرح کا لطف بھی حاصل ہوتا ہے۔ صرف بچے ہی نہیں بڑے بھی اس طرح کی تمثیلات سے حظ و لطف حاصل کرتے ہیں۔ اردو ادب میں فسانہ عجائب، باغ و بہار، سحر البیان، طوطی نامہ، مثنوی گلزارِ نسیم، امراؤ جان ادا اور انار کلی عصرِ حاضر کے تمثیلی ادب کی بہترین مثالیں ہیں۔

کسی قوم کے واقعات کی تصویر کشی کرکے علمی نکات کی تدریس کرنا تمثیلی منہج تدریس کہلاتا ہے۔ جو کہ دلچسپ اور مفید طریقہ تدریس ہے۔ اسی لئے عصرِ حاضر میں تمثیلی منہج تدریس کا ہر مضمون کی تدریس میں بھرپور استعمال کیا جاتا ہے۔ اس منہج سے استفادہ کرنے کے لئے ماہرین نے جدید عملِ تدریس میں تمثیلی منہج تدریس کے اصول بھی مقرر کر دیے ہیں۔ عصرِ حاضر میں رسمی، نیم رسمی اور غیر رسمی تعلیم میں تمثیلی منہج کا بھرپور استعمال کیا جارہا ہے۔

قرآنِ کریم میں سرگرمی پر مبنی منہج تدریس اور عصری طرقِ تدریس میں اس کے مظاہر کا تنقیدی مطالعہ

قرآنِ کریم کتابِ عمل ہے اور اللہ تعالیٰ اس کتاب میں انسان کو عمل کی ترغیب دیتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی آیات میں جابجا اللہ تعالیٰ نے سرگرمی پر مبنی منہج تدریس کا استعمال کرکے بنی نوع انسان کو حق کی دعوت دی ہے۔

کوئی بھی بامقصد کام یا سرگرمی جو کسی معاشرتی ماحول میں سر انجام دی جائے اور اس میں جسمانی یا ذہنی تگ و دو بھی شامل ہو اسے سرگرمی میتھڈ کہا جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر ایسا عملی کام جس میں طلباء ذہنی یا جسمانی ہر لحاظ سے فعال طور پر شریک ہوں۔ ان سرگرمیوں کا بنیادی مقصد طلباء کو مختلف تجربات سے گزار کر ان کی قوتوں صلاحیتوں کی نشو و نما کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو خالی

باتوں سے روکتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تم جو بات کہو اسے کر کے بھی دکھاؤ اسی کو عملی سر گرمی کہتے ہیں اور سورۃ الصف میں عملی سر گرمی کا سختی سے حکم دیا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۔[28]

"مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے خدا اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عملی سر گرمی پر زور دیا ہے۔ اور بے عمل آدمی سے اللہ تعالیٰ نے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے واقعہ میں اصحاب کہف کو عملی سر گرمی سے گزار کر علم دیا۔ اسی طرح ہدہد نے جب حضرت سلیمانؑ کو ملکہ سباء کے حالات سے آگاہ کیا تو انہوں نے اس کے سچ اور جھوٹ کا پتہ ایک سر گرمی کے ذریعے کیا۔ جس کا ذکر سورۃ النمل میں یوں فرمایا گیا:۔

قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَٱذْهَب بِّكِتَٰبِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَٱنظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ۔[29]

"سلیمان نے کہا (اچھا) ہم دیکھیں گے، تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے یہ میرا خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے پھر آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔"

اس واقعہ میں حضرت سلیمانؑ ہدہد کو خط دے کر اس کا جواب مانگتے ہیں تا کہ ہدہد کی خبر کی عملی طور پر تصدیق کی جا سکے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم کا واقعہ عملی سر گرمی کی واضح مثال ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔[30]

"اور جب ابراہیم نے (خدا سے) کہا کہ اے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔ خدا نے فرمایا کیا تم نے (اس بات کو) باور نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن (میں دیکھنا) اس لئے (چاہتا ہوں) کہ میرا دل اطمینان کامل حاصل کر لے۔ خدا نے فرمایا کہ چار جانور پکڑوا کر اپنے پاس منگا لو (اور ٹکڑے ٹکڑے کرادو) پھر ان کا ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھوا دو پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے۔ اور جان رکھو کہ خدا غالب اور صاحب حکمت ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کو شک نہیں بلکہ یقین کی تکمیل کے طور پر بیان کیا۔ حضرت ابراہیمؑ ایمان رکھتے تھے کہ اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے، مگر وہ دل کا اطمینان اور مشاہدۂ حقیقت چاہتے تھے۔ اللہ نے انہیں تجرباتی طور پر دکھایا کہ کس

طرح وہ زندگی عطا کرتا ہے، تا کہ ایمان علم الیقین سے عین الیقین میں بدل جائے۔ یہ آیت اس بات کی علامت ہے کہ ایمان صرف ماننے کا نہیں، سمجھنے اور محسوس کرنے کا نام بھی ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور حکمت میں بے مثال ہے۔

عصری طرقِ تدریس میں اس کے مظاہر کا تنقیدی مطالعہ

جس طرح قرآن کریم میں جابجا عملی سرگرمیوں پر زور دیا گیا ہے اسی طرح عصری عملِ تدریس میں بھی سرگرمی پر مبنی تدریس نہایت اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ جدید مغربی ماہرینِ تعلیم اسے جدید طریقہ تدریس گردانتے ہیں۔ مگر در حقیقت اسلامی علوم کی تدریس میں یہ طریقہ کئی صدیاں پہلے سے مستعمل ہے۔

عصرِ حاضر کی تدریس میں سرگرمی کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے.

"1۔ تحقیقی یعنی حصول علم پر مبنی

2۔ تعمیری یعنی تجربے کا حصول

3۔ مظاہراتی یعنی کرکے دکھانا۔"[31]

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے عموماً ایمان کے ساتھ نیک اعمال کا بھی ذکر کیا ہے۔ اعمال کا تعلق عملی سرگرمی سے ہے۔ قرآنِ کریم میں عملی سرگرمیاں کرنے کا حکم سورۃ الصف کی آیت نمبر 2،3 میں بہت زور دے کر کیا ہے۔ گویا قرآن کریم میں سرگرمی پر مبنی منہجِ تدریس کو نہ صرف استعمال کیا گیا بلکہ اس کا حکم بھی دیا۔ عصرِ حاضر کے جو اساتذہ بچوں کو عملی سرگرمیوں کے ذریعے پڑھاتے ہیں۔ ان کا تعلم پختہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کام کو خود سرانجام دیتے ہیں۔ دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں برٹش کونسل اساتذہ کو اسی منہجِ قرآنی کے ذریعے پڑھانے کی ترغیب دے رہی ہے اور اسے عصرِ حاضر کی تدریس میں سب سے مؤثر اور جدید طریقہ تدریس سمجھا جاتا ہے۔

قرآنِ کریم میں منطقی منہجِ تدریس اور عصری طرقِ تدریس میں اس کے مظاہر کا تنقیدی مطالعہ

قرآن حکیم کے مناہجِ تدریس میں سے ایک منطقی منہجِ تدریس ہے جس کی بہت سی اقسام ہیں جن میں سے استقرائی اور استخراجی مناہجِ تدریس بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ قرآن نہ صرف اس منہج کو استعمال کرتا ہے بلکہ بار بار عقل و دانش کے استعمال کا حکم بھی دیتا ہے۔

قرآنِ کریم کا منطقی استدلال ہر مخاطب کی ذہنی سطح کے مطابق ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم کی کثیر آیاتِ کریمہ منطقی استدلال پر مبنی ہیں مثلاً حضرت یوسفؑ کے پاس جب دو قیدی ساتھی اپنے خواب کی تعبیر دریافت کرنے آئے تو انھوں نے ان سے ایک سوال کیا:

"يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔"[32]

"میرے جیل خانے کے رفیقو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا (ایک) خدائے یکتا و غالب؟"

حضرت یوسفؑ کے سوال کا یہ انداز ہر شخص کے لیے عام فہم ہے اور منطقی طور پر اس کا جواب ایک ہی ہے خواہ یہ سوال کسی ناخواندہ سے ہو یا اعلیٰ تعلیم یافتہ سے۔ ممکنہ طور پر اس سوال کے جواب میں اَن پڑھ اتنا ذہنی و علمی لطف نہ اٹھائے جیسا کہ ایک پڑھا لکھا شخص اس سے لطف اندوز ہو گا لیکن کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سوال عام ہے اور میرے علمی رتبے کے مطابق نہیں ہے۔

اسی طرح قرآن جب یہ کہتا ہے کہ:

"لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ۔"[33]

"اگر آسمان اور زمین میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔ جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں خدائے مالک عرش ان سے پاک ہے۔"

قرآن کریم کی یہ آیت انتہائی گہرے منطقی منہج پر مبنی ہے۔ اس میں منطقی انداز سے توحید باری تعالیٰ کی دلیل دی گئی ہے۔ ہمارے معاشرتی نظام میں بھی کہیں پر ایک ملک میں دو حکمرانوں کا تصور نہیں ہے۔ اگر ایک ملک کی عنانِ حکومت دو حکمرانوں کے ہاتھ میں دے دی جائے تو ان کے درمیان اختلافِ رائے کی وجہ سے اس ملک کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

عصری طرقِ تدریس میں اس کے مظاہر کا تنقیدی مطالعہ

عصرِ حاضر منطق اور عقلی استدلال کا زمانہ ہے۔ جدید دور کا انسان ہر بات کو عقل و خرد کے پیمانے پر پرکھتا ہے۔ یہ عقلیت پسندی کا زمانہ بھی کہلاتا ہے۔ عصرِ حاضر کا انسان ہر بات کے لئے عقلی دلیل کا تقاضا کرتا ہے۔ قرانِ کریم جو کتابِ الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات اور خالقِ جن و انس ہونے کے ناطے بخوبی اس بات سے آگاہ تھے کہ حضرتِ انسان کو جو عقل عطا کی گئی ہے وہ اس کے بل بوتے پر ہر حکمِ الٰہی کو عقل و دانش کی کسوٹی پر پرکھے گا۔ قرانِ کریم قیامت تک کے انسانوں کے لئے ذریعہ ہدایت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف عقل و استدلال اور غور و فکر کا حکم دیا بلکہ اپنی مقدس کتاب قرآنِ کریم میں منطقی منہج تدریس کا کثرت سے استعمال بھی کیا۔ عصرِ حاضر کے ماہرینِ تعلیم نے منطقی منہجِ تدریس کو نہ صرف اختیار کیا بلکہ اس کے قوانین و ضوابط بھی مقرر کئے۔ قرآنِ کریم کے منطقی منہجِ تدریس کو عصرِ حاضر کی تدریس میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ خاص طور پر سائنس کی تدریس میں اس کو بنیادی منہجِ تدریس کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ انسان کو دیگر مخلوقات پر اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بھی اسی لئے حاصل ہے کہ انسان عقل و خرد کا مالک ہے۔ اس لئے انسان ہر بات کو منطق کی بنیاد پر دیکھتا ہے۔ انسان کی اسی نفسیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو منطقی منہجِ تدریس کے ذریعے اپنے احکامات سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ دور حاضر میں ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے طلباء ہر بات کو ماننے کے لئے منطقی ثبوت کا تقاضا کرتے ہیں۔ آج کا طالبِ علم منطقی استدلال کے بغیر کسی بات کا یقین نہیں کرتا اس لئے عصرِ حاضر کے نظامِ تعلیم میں بھی منطقی منہجِ تدریس نمایاں اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں استعمال ہونے والے مناہج تدریس اور قرآن کریم میں مذکور مناہج تدریس کی کثرت اور تنوع کے باعث تمام طرقِ تدریس پر تحقیق کرنا ایک تحقیقی مضمون میں ناممکن ہے اس لیے اس تحقیقی مضمون میں تین اہم ترین مروجہ طرق تدریس کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مصادر و مراجع

1. 1۔القرآن الکریم
2. فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر، رافع اللغات، الفیصل ناشران کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور، 1989۔
3. 2۔سید احمد، مولوی، دہلوی، فرہنگِ آصفیہ، اردو سائنس بورڈ، 289، اپر مال روڈ، لاہور، ایڈیشن ششم، 2010۔
4. فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر، رافع اللغات، الفیصل ناشران کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
5. صدیقی، مشتاق الرحمان، ڈاکٹر، تعلیم و تدریس، پاکستان ایجوکیشن فاونڈیشن، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۷ء۔
6. ابو اسحاق، ابراہیم بن اسحاق الحربی، غریب الحدیث جامعہ ام القری، مکۃ المکرمۃ، 1405ھ۔
7. محمد بن یعقوب، مجد الدین، ابو طاہر، الفیروز آبادی، تنویر المقیاس من تفسیر ابنِ عباس، دار الکتب العلمیہ، لبنان، سنِ اشاعت ن م۔
8. کیرانوی، وحید الدین، مولانا، قاسمی، قاموس الجدید، ارشد سلمان وہاب پرنٹرز، لاہور، 1990ء۔
9. الخالدی، عبد الفتاح، الدکتور، صلاح، تعریف الدارسین بمناهج المفسرین، دار القلم، دمشق، 2008ء۔
10. چوہدری، نذیر، اے، جنرل میتھڈز آف ٹیچنگ، الریحان پبلیکیشنز، لاہور۔
11. 27.Wallace,Susan,Oxford Dictionary of Education, Oxford university press London, UK,
12. 29. Encyclopedia of Educational Research,American Educational Research Association,Washington,DC.1969.
13. 30. Li, G., Culturally contested Pedagogy: Battles of literacy and schooling between mainstream teachers and Asian immigrant parents. Suny Press.

[1] -Farmān Fathpūrī, Rāfi‘ al-Lughāt (Lāhaur: al-Faysal Nāsharān-i Kutub, Ghaznī Street, Urdu Bāzār, 1989), p. 343.

[2] - Sayyid Aḥmad Dihlavī, Farhang-i Āṣafiyyah (Lāhaur: Urdu Science Board, 289 Upper Mall Road, 6th ed., 2010), p. 598.

Farmān Fathpūrī, Rāfi‘ al-Lughāt (Lāhaur: al-Faysal Nāsharān-i Kutub, Ghaznī Street, Urdu Bāzār, 1989), p. 343.[3]

[4] Susan Wallace, Oxford Dictionary of Education (London: Oxford University press), p.241.

[5] Susan Wallace, Oxford Dictionary of Education, p.241.

[6] Encyclopedia of Educational Research, American Educational Research Association, Washington, DC.1969.

[7] Li G., Culturally contested Pedagogy: Battles of literacy and schooling between mainstream teachers and Asian immigrant parents. Suny Press.

[8]-Mushtāq al-Raḥmān Ṣiddīqī, Ta‘līm wa Tadrees (Islāmābād, Pakistan: Pakistan Education Foundation, 1997), pp. 176–177.

[9] Mushtāq al-Raḥmān Ṣiddīqī, Ta‘līm wa Tadrees, p 188.

[10] -Abū Isḥāq Ibrāhīm ibn Isḥāq al-Ḥarbī, Gharīb al-Ḥadīth (Makkah al-Mukarramah: Jāmi‘at Umm al-Qurā, 1405 AH), p. 502.

[11] - Al-Mā’idah 5:48.

[12] Muḥammad ibn Ya‘qūb al-Fayrūzābādī (Majadd al-Dīn Abū Ṭāhir), Tanwīr al-Muqyās min Tafsīr Ibn ‘Abbās (Lubnān: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, n.d.), vol. 1, p. 95.

[13] Waḥīd al-Dīn Kīrānvī al-Qāsmī, Qāmūs al-Jadīd (Lāhaur: Arshad Salmān Wahāb Printers, 1990), p. 698.

[14] -Al-Nisā’ 4:114.

[15] - Ṭāhir ‘Alī Jawād, Manhaj al-Baḥth al-Adabī (Baghdād: Maktabat al-Lughah al-‘Arabiyyah, Shāri‘ al-Mutanabbī, 1974), p. 74.

[16] - Muḥammad al-Badawī, al-Manhajiyyah fī al-Buḥūth wa al-Dirāsah al-Adabiyyah (Sūsah, Tūnis: Dār al-Ma‘ārif li al-Ṭibā‘ah wa al-Nashr, 1998), p. 9.

[17] - ‘Abd al-Fattāḥ al-Khālidī, Ta‘rīf al-Dārisīn bi-Manāhij al-Mufassirīn (Dimashq: Dār al-Qalam, 2008), p. 14.

[18] ‘Abd al-Fattāḥ al-Khālidī, Ta‘rīf al-Dārisīn bi-Manāhij al-Mufassirīn. 127.

[19]Al-An‘ām 6:65.

[20]Al-Ra‘d 13:17.

[21] Al-Furqān 25:67.

[22] Al-Najm 53:58.

[23]Al-Raḥmān 55:60.

[24]- Al-Ḥajj 22:73.

[25]- Al-Ṣāffāt 37:61.

[26] Al-Ḥashr 59:21.

[27]Al-ʻAnkabūt 29:43.

[28] Al-Ṣaff 61:2–3.

Al-Naml 27:27–28. [29]

Al-Baqarah 2:260. [30]

[31]Nadhīr A. Chaudhry, General Methods of Teaching (Lāhaur: al-Raīḥān Publications), p. 45.

[32] Yūsuf 12:39.

Al-Anbiyā' 21:22. [33]